سامنے سے چلے آتے ہین - یہ ماجرا دیکھتے ہی مین سن سے ہوگئی وہین ٹھٹک گئی۔ ایک ایک قدم سو سو من کا ہوگیا تھا۔ مگر خیریت یہ ہوی کہ ان لوگون مین سے کسی کی نگاہ مجھپر نہین پڑی۔ وہ ٹہلتے ہوے چلے گئے مین ایک گلی مین ہو رہی۔ تھوڑی دور جاکے ایک پتلی سی گلی ملی۔ اِس گلی مین ایک مسجد تھی۔ مین نے دل مین خیال کیا کہ سب سے بہتر خدا کا گھر ہے۔ تھوڑی دیر یہین جاکے ٹھہرنا چاہیے۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ مین دندانہ اندر چلی گئی۔ یہان ایک مولوی صاحب سے سامنا ہوا۔ کالے سے تھے۔ سر منڈا ہوا تھا۔ ایک نیلی تہمت باندھے ہوئے دھوپ مین ٹہل رہے تھے پہلے تو شاید سمجھے کہ مین طاق بھرنے آئی ہون۔ بہت ہی خوش۔ جب مین جاکے چپکے صحن کے کنارے پاؤن لٹکا کے بیٹھ گئی۔ تو قریب آکے پوچھنے لگے "کیون بی صاحب آپ کا یہان کیا کام ہے!"

مین۔ مین مسافر ہون۔ "خدا کا گھر سمجھ کے تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گئی ہون۔ اگر آپ کو ناگوار ہو تو ابھی چلی جاؤن!"

مولویصاحب اگرچہ بہت ہی بے تکے تھے۔ مگر میری لگاوٹ کی نظر اور دلفریب تقریر نے جادو کا اثر کیا۔ بھلا جواب کیا منہ سے نکلتا۔ ہکا بکا اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ مین سمجھ گئی کہ دام مین آگئے۔

مولوی۔ (تھوڑی دیر کے بعد بہت سنبھل کے) اچھا تو آپ کا کہان سے آنا ہوا۔

مین۔ جی کہین سے آنا ہوا۔ مگر بالفعل تو یہین ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔

مولوی۔ (بہت ہی گھبرا کے)۔ مسجد مین۔

مین۔ جی نہین۔ بلکہ آپکے حجرے مین۔ مولوی۔ لاحول ولاقوۃ۔

مین۔ اوہی۔ مولویصاحب مجھے تو سوا آپ کے اور کوئی نظر نہین آتا۔

مولوی۔ جی ہان۔ تو مین اکیلا تو رہتا ہون۔ اِسی سے تو مین نے کہا۔ مسجد مین آپکا کیا کام ہے۔

مین۔ یہ کیا . . . خاصیت ہے کہ جہان آپ رہتے ہین۔ وہان دوسرا نہین رہ سکتا۔ مسجد مین ہمارا کچھ کام نہین۔ یہ خوب کہی۔ آپ کا کیا کام ہے۔

مولوی۔ مین تو لڑکے پڑھاتا ہون۔ مین۔ مین آپ کو سبق دونگی۔

مولوی۔ لاحول ولاقوۃ۔

مین۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہ آپ ہر دفعہ لاحول کیون پڑھتے ہین۔ یہ کیا شیطان آپ کے پیچھے پھرتا ہے۔

مولوی۔ شیطان آدمی کا دشمن ہے۔ اوس سے ہر وقت ڈرنا چاہیے۔

مین۔ خدا سے ڈرنا چاہیے۔ موے شیطان سے کیا ڈرنا۔ اور یہ کیا آپ نے کہا آپ آدمی ہین۔

مولوی (ذرا بگڑ کے) جی ہان۔ اور کون ہون!۔

مین۔ مجھے تو آپ جن معلوم ہوتے ہین۔ اکیلے اس مسجد مین رہتے ہین۔ آپ کا دل بھی نہین گھبراتا ہے۔

مولوی۔ پھر کیا کرین۔ ہمین تو اکیلے کی عادت ہے۔

مین۔ اسی سے تو آپ کے چہرے پر وحشت برستی ہے۔ وہ آپ نے نہین سنا۔ ع۔
تنہا منشین کہ بہم دیوانگی است۔

مولوی۔ اجی وہ کچھ سہی۔ ہم جس حال مین ہین خوش ہین۔ آپ اپنا مطلب کہیے۔

مین۔ مطلب تو کتاب کے دیکھنے سے حل ہوگا۔ بالفعل زبانی مباحثہ ہے۔

مولوی۔ چہ خوش۔ مین۔ چرا نباشد۔

مین مولوی صاحب کو خوب جھنجھوڑیان دیتی۔ مگر اوسوقت بھوک کے مارے مُنہ سے بات نہین نکلتی تھی۔

رسوا۔ یہ مولوی صاحب سے اسقدر مذاق کی کیا ضرورت تھی۔

امراؤ۔ ای ہے۔ اسکا حال نہ پوچھیے۔ بعضے آدمیون کی صورت ہی ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ ہنسنے کو جی چاہتا ہے۔

رسوا۔ جی ہان۔ جیسے کسی کی مُنڈی ہوی کھوپڑی دیکھ کے بعضے آدمیون کی ہتیلی کھجاتی ہے۔ چپت لگانے کو جی چاہتا ہے۔

امراؤ۔ بس یہی سمجھ لیجیے۔

رسوا۔ اچھا تو وہ مولوی صاحب مین ایسی کیا بات تھی جس سے مذاق کرنے کو جی چاہتا تھا۔

امراؤ۔ کیا کہون کچھ بیان نہین ہوسکتا۔ جوان آدمی تھے۔ صورت بھی کچھ ایسی بُری نہ تھی سانولی رنگت تھی۔ چہرے پر کچھ حونق پن سا تھا لمبا قد تھا۔ سر پر لمبے لمبے بال تھے۔ منہ پر داڑھی تھی۔ مگر کچھ بے تکے پن کی حد سے بھی زیادہ بڑھی ہوئی۔ مونچھون کا بالکل

صفایا تھا۔ تہمت بہت اونچی بندھی ہوئی تھی۔ سر پر چھینٹ کی بڑی سی ٹوپی تھی جو سر کی پوری چوحدی کو ڈھانکے ہوئے تھی۔ بات کرنے کا عجب انداز تھا۔ مُنہ جلدی سے کھلتا تھا۔ پھر بند ہو جاتا تھا۔ نیچے کا ہونٹ کچھ عجب انداز سے اوپر کو چڑھ جاتا تھا۔ اور اسکے ساتھ ہی نکّہ دار داڑھی کچھ عجب انداز سے ہل جاتی تھی۔ اسکے بعد ناک سے کچھ ہونہ سا نکلتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا جیسے آپ کچھ کھا رہے ہیں۔ اور باتیں بھی کرتے جاتے ہیں احتیاطاً مُنہ جلدی سے بند کر لیتے ہیں۔ کہ ایسا نہ ہو کچھ نکل پڑے۔

رسوا۔ کیا واقعی کچھ کھا رہے تھے۔

امراؤ۔ جی نہیں۔ جگالی کر رہے تھے۔

رسوا۔ اکثر کٹ ملا کچھ ایسی ہی صورت بنا لیتے ہیں جسے دیکھ کے بے وقوفوں کو ڈر لگتا ہے اور عقلمندوں کو ہنسی آتی ہے۔ مجھے ایسی صورتیں دیکھنے کا بہت شوق ہے

امراؤ۔ اور سُنیے۔ آپ کی انداز گفتار میں ایک وصف اور بھی تھا۔ وہ یہ کہ اکثر مُنہ پھیر لیا کرتے۔

رسوا۔ یہ تو عین تہذیب داری ہے۔ اسلیے کہ عند التقریر آپ کے مُنہ سے تھوک اڑتا ہوگا۔

امراؤ۔ کچھ اور بھی عرض کروں۔

رسوا۔ بس اب معاف کیجیے۔ یہاں تو صبح ہو گئی۔

امراؤ۔ القصہ مین نے جیب سے ایک روپیہ نکالا۔

مولوی۔ (یہ سمجھ کے کہ مجھے نذر دیا جاتا ہے۔ جلدی سے ہاتھ توڑھا دیا اور منہ سے) اسکی کیا ضرورت تھی۔

مین۔ (مسکرا کے) اسکی اشد ضرورت تھی اسلیے کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ کسی سے کچھ کھانیکو منگوائیے

مولوی۔ (اب سمجھے تو یوں بات بنانے لگے) مین سمجھا۔ (مین نے دل مین کہا مجھے کیا خاک۔ سمجھتے تو پھر کے ہو جاتے) اسی سے تو کہتا ہون اسکی کیا ضرورت تھی۔ کیا کھانا یہاں نہیں ملتا۔

مین۔ امکان بالقوہ۔ یا۔ بالفعل۔ بالذات یا بالغیر؟

مولوی۔ بالفعل تو ممکن نہیں۔ میرا ایک شاگرد کھانا لاتا ہوگا۔ آپ بھی کھا لیجیے گا۔

مین۔ بالفعل ممکن نہیں۔ بالذات کی آپ کو توفیق نہیں۔ اور یہاں ضرورت نے

اکل میتت کو جواز کا حکم دے دیا ہے۔ لہذا بازار سے کچھ لادیجیے۔

مولوی۔ اک ذرا صبر کیجیے۔ کھانا آتا ہی ہوگا۔

مین۔ اب صبر کرنا تکلیف مالایطاق ہے۔ اور دوسرے مین نے بالتحقیق سنا ہے کہ رمضان شریف ایک مہینہ تمام دنیا مین سیر کرتے ہین۔ اور گیارہ مہینے اس مسجد مین معتکف رہتے ہین۔

مولوی۔ اسوقت تو فی نفس الامر مین کچھ نہین ہے۔ مگر میرا ایک شاگرد کھانا لیکے آتا ہوگا۔

مین۔ اور بفرض والتسلیم ولوکان محالاً۔ اگر کھانا آیا بھی تو وہ آپ کی نوت لایموت کے لیے بھی کافی ہوگا۔ میری شرکت او سمین معنی چہ! اور من وجہ کفالت بھی کرے تو انا انتظار اشدالموت۔ کا مضمون ہے۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود۔

مولوی۔ آہاہ۔ آپ تو بہت قابل معلوم ہوتی ہین۔

مین۔ مگر میرے زعم ناقص مین آپ کسی قابل نہین۔

مولوی۔ واقعی ایسا ہی ہے۔ مگر ۔۔۔۔۔۔

مین (بات کاٹ کے) مگر اسلیے کہ یہان تو آنتین قُل ہو اللہ پڑھ رہی ہین اور آپ لاطائل تقریرین کر رہے ہین۔

مولوی۔ اچھا تو مین ابھی لایا۔ مین۔ للہ ذرا جلدی جائیے۔

خدا خدا کرکے مولویصاحب گئے۔ اور کوئی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے کے بعد چار خمیری روٹیان اور ایک مٹی کے پیالے مین تھوڑا سا نیلا شوربہ لاکے میرے سامنے رکھدیا۔ دیکھ کے جان جل گئی مولویصاحب کی صورت دیکھنے لگی۔ مولوی صاحب اپنے دل مین کچھ اور ہی سمجھے۔

مولوی صاحب (فوراً ساڑھے چودہ گنڈے پیے اور کوئی دھیلے کی کوڑیان چادرے کے کونے سے کھول کے سامنے رکھدیے) سینئے صاحب چار پیے کی روٹیان ہین۔ پیسہ کا سالن ہے۔ دھیلا بھاجی (روپیہ کا خوردہ) مین گیا۔ آپ کی جمع آپکے سامنے موجود ہے۔ پہلے گن لیجیے تو کھائیے گا۔

مین نے پھر ایک مرتبہ مولوی صاحب کی صورت دیکھی۔ مگر بھوک بُری بلا ہے۔ جلدی جلدی نوالے اوٹھانا شروع کیے۔ جب دو چار نوالے کھا چکی تو مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہوئی

مین - مین نے کہا مولوی صاحب کیا اس اُجڑے شہر مین بھی کھانے کو ملتا ہے -
مولوی - تو کیا یہان نہین لکھنؤ کی طرح محمدو کی دوکان ہے - جہان پلاؤ - زردہ -
آٹھہ پہر تیار رہتا ہے -
مین - حلوائی کی دوکان تو ہو گی -
مولوی - حلوائی کی دوکان یہ مسجد کے نیچے ہے -
مین - تو پھر چار کوس جانا کیا ضرور تھا - دوپہر کے بعد آئے اور لیکے کیا آئے مُوئے کُتون کا راتب -
مولوی - ایسا تو نہ کہیئے - آدمی کھاتے ہین -
مین - آپ ایسے آدمی کھاتے ہون گے - باسی خمیری روٹیان اور نیلا نیلا شوربا -
مولوی - نیلا تو نہین ہے - اچھا تو دہی لا دون -
مین - جی نہین رہنے دیجیے - معاف کیجیے -
مولوی - پیسے کا خیال نہ کیجیے - مین اپنے پاس سے لائے دیتا ہون -
مین کچھ جواب بھی نہ دینے پائی تھی کہ مولویصاحب مسجد کے باہر چلے گئے اور ایک آبخورے مین خدا جانے کب کا سڑا کھٹا دہی اوٹھا لائے - اور اس طرح سامنے لاکے رکھدیا گویا آپنے حاتم کی گور پر لات ماری -
بہرطور مین نے وہ چارون روٹیان اوگل بگل کے کھائین - اور کوئی بدھنی بھر کے پانی پیا - وہ شوربا اور دہی یونہین چھوڑ کے اوٹھہ کھڑی ہوئی - پیسے کوڑیان بھی وہین پڑے رہنے دیئے -
مین ہاتھہ دھونے کو اوٹھی تھی - مولوی صاحب سمجھے مسجد سے دفان ہوتی ہے -
مولوی - اور یہ پیسے اور کوڑیان تو اوٹھا لیجیے -
مین - میری طرف سے مسجد مین چراغی چڑھا دیجیے -
مُنہ ہاتھہ دھو کے اپنی جگہہ پر آ بیٹھی - مولوی صاحب سے باتین کرنے لگی -
کانپور مین مولوی صاحب کی ذات سے مجکو بہت آرام ملا - اونھین کی معرفت ایک کمرہ کرائے پر لیا - نواڑی پلنگ - دری - چاندنی - چھت - پردے - تانبے کے برتن اور سب ضرورت کا سامان خرید لیا - ایک ماما کھانا پکانے کو اور ایک اوپر کے کام

کاج کراو ۔ دو خدمتگار نوکر رکھ لیے ۔ ٹھاٹھ سے رہنے لگی ۔ اب سازندون کی تلاش ہوئی
یون تو بہت سے آئے ۔ مگر کسی کا باج پسند نہ آیا ۔ آخر لکھنؤ کا ایک طبلیہ مل گیا ۔ یہ خلیفہ جی
کے خاندان کا شاگرد تھا ۔ اس سے خوب پرگت ملی ۔ اسی کی معرفت دو سارنگیے کانپور
کے ذرا سمجھدار تھے ۔ بلوائے ۔ طائفہ درست ہو گیا ۔ شب کو پہر ڈیڑھ پہر رات گئے تک
کمرے پر گانے بجانے کا چرچا رہنے لگا ۔ شہر مین یہ خبر مشہور ہو گئی کہ لکھنؤ سے کوئی رنڈی
آئی ہے ۔ اکثر مرد آدمی آنے لگے ۔ شاعری بھی خوب چمکی ۔ کوئی دن ایسا ہی کمبخت
ہوگا جو کسی جلسے مین جانا ہوتا ہو ۔ مجرے کثرت سے آتے تھے ۔ تھوڑے ہی دنون
مین بہت سا روپیہ کما لیا ۔ اگرچہ کانپور کے لوگون کا راہ رویّہ ۔ بول ۔ چال ۔ مجھے
پسند نہ تھا ۔ بات بات پر لکھنؤ یاد آتا تھا ۔ مگر خود مختاری کی زندگی مین کچھ ایسا مزا ہے کہ
واپس جانے کو جی نہین چاہتا تھا ۔ مین جانتی تھی کہ اگر لکھنؤ جاؤنگی تو پھر خانم کی نوچی
بنکے رہنا پڑے گا ۔ کیونکہ اس پیشے مین رہکر لکھنؤ مین خانم سے علیحدہ رہنا کسی طرح
ممکن نہ تھا ۔ ایک تو اس سبب سے تمام رنڈیان خانم کا دباؤ مانتی تھین ۔ اگر مین
الگ ہو کے رہتی کوئی مجھسے نہ ملتی ۔ دوسرے عمدہ سازندون کا بہم پہونچنا دشوار
تھا ۔ ناچ مجرے کا ڈھچر کیونکر چل سکتا تھا ۔ جن سرکارون مین میری رسائی ہوئی تھی
وہ بھی خانم کی وجہ سے تھی ۔ اگرچہ میرا شمار اچھی گانے والیون مین تھا ۔ مگر لکھنؤ مین
اس کام کے کرنے والے بہت سے ہین اچھے برے کا امتیاز خاص لوگون کو ہوتا ہے ۔
عام لوگون مین نام بکتا ہے ۔ بڑے آدمیون کی نگاہ اکثر اونچے ہی کمرون پر جاتی ہے ۔
اس حالت مین مجھے کون پوچھتا ۔ کانپور مین میرے حوصلے سے زیادہ میری قدردانی
ہوتی تھی ۔ کسی امیر رئیس کے ہان کوئی تقریب شادی بیاہ کی ہوتی تھی ۔ جسمین میرا
بلانا باعث فخر نہ سمجھا جاتا ہو ۔ باہر جاکر اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ لکھنؤ کیا شہر
ہے ۔ یہان ایک صاحب حضرت شارق لکھنوی بہت مشہور ہین ۔ استاد مسلم الثبوت
سمجھے جاتے ہین ۔ سیکڑون آپ کے شاگرد ہین ۔ لکھنؤ مین کوئی انکا نام بھی نہ جانتا ہوگا
ایک دن کا تذکرہ سنیے ۔ ایک صاحب میرے کمرے مین تشریف لائے ۔ اثنائے
گفتگو مین شعر شاعری کا کچھ چرچا نکلا ۔ چھوٹتے ہی اونھون نے پوچھا ۔ آپ حضرت
شارق لکھنوی کو جانتے ہین ۔ مین نے کہا نہین ۔ کون شارق ۔ یہ صاحب

اونکے شاگردون مین تھے فوراً بگڑ گئے۔

وہ صاحب۔ مین تو سنتا تھا آپ لکھنؤ کی رہنے والی ہین۔

مین۔ جی ہان غریب خانہ تو لکھنؤ ہی مین ہے۔

وہ صاحب۔ بھلا کہین ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ لکھنؤ مین رہتی ہون اور حضرت اوستاد کو نہ جانین۔

مین۔ لکھنؤ کے مشہور شاعرون مین کون ایسا ہے جسکو مین نہ جانتی ہون۔ اوستادون کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اونکے نام پر اور وہ شاگردون مین سے بھی کوئی کم ایسا ہوگا جسکا کلام مین نے نہ سُنا ہو۔ اون کے نام نامی سے تو مطلع فرمایئے۔ یہ تخلص تو مین نے کبھی نہین سنا۔

وہ صاحب۔ (چین بجبین ہوکے) نام لینے سے کیا فائدہ۔ تخلص شرق سے غرب اور شمال سے جنوب تک زبان زد خلائق ہے۔ ہان اگر آپ نہین جانتین۔ نہ جانین۔

مین۔ حضور معاف کیجیے گا میرے نزدیک تو یہ شاعرانہ تعلی ہے۔ مگر آپکے اوستاد کو آپ کو ایسا ہی کہنا چاہیئے۔ اچھا نام نامی سے تو مطلع فرمایئے۔ ممکن ہے کہ مین نے تخلص نہ سنا ہو۔ نام سے واقف ہون۔

وہ صاحب۔ میر ہاشم علی صاحب شارق۔

مین۔ اس نام سے تو بیشک کان آشنا ہین۔ (اتنا کہہ کے اب مین فکر کرنے لگی۔ یا تو یہ کون میر ہاشم علی صاحب ہین آخر ایک صاحب پر اشتباہ ہوا) آپ کے اوستاد مرثیہ خوانی بھی تو کرتے ہین۔؟

وہ صاحب۔ جی ہان مرثیہ خوانی مین بھی کوئی اونکا شکل ونظیر نہین ہے۔

مین۔ بجا ارشاد ہوا۔ یعنے میر صاحب اور مرزا صاحب سے بھی بڑھے ہوئے ہین۔

وہ صاحب۔ انھین صاحبون کے ہم عصر ہین۔

مین۔ بھلا کسکا مرثیہ پڑھتے ہین۔

وہ صاحب۔ کسی کا مرثیہ کیون پڑھنے لگے۔ خود تصنیف فرماتے ہین۔ ابھی ستائیسویں رجب کو نیا مرثیہ پڑھے تھے۔ تمام شہر مین شہرہ ہے۔

مین۔ مطلع تو آپ کو یاد ہوگا۔

وہ صاحب۔ مطلع تو نہین۔ تلوار کی تعریف مین ایک بند پڑھا تھا۔ وہ مجھے کیا تمام

شہر کی زبان پر سے۔ قلم توڑ دیا ہے۔

مین۔ ذرا ارشاد کیجیے گا مین بھی مستفید ہون۔

وہ صاحب۔ "دو کلی غلافِ دُر سے تغیر جوہری"

مین۔ سبحان اللہ! اس بند کے تو دُر گُہر شہوار ہین۔ پانچ مصرعے مجھے سن لیجیے۔ واقعی کیا کلام ہے۔

وہ صاحب (بہت ہی خوش ہو کے) جی ہان۔ آپ نے یہ مرثیہ لکھنؤ مین سنا ہوگا۔ وہی تو مین کہتا تھا کہ لکھنؤ کی رہنے والی۔ اور پھر شعر و سخن کا شوق۔ حضرت بارق کو نہ جانتی ہون۔ تعجب ہے۔ اچھا اب مین سمجھا۔ یہ مذاق تھا۔

میرے جی مین تو آیا کہدون کہ آپ کے اوستاد مر کے بھی جیئین گے تو ایسا بند نہین کہہ سکتے۔ مرزا دبیر صاحب (مرحوم) کا کلام ہے۔ مگر پھر کچھ سمجھ کر چپ ہو رہی۔

رسوا۔ واقعی آپ نے بڑی عقلمندی کی۔ ورنہ بیچارے کی روزی مین خلل آتا۔ میر ہاشم علی صاحب بارق پر کیا موقوف ہے۔ اکثر صاحبون کا یہی شعار ہے۔ دوسرون کا کلام باہر جا کے اپنے نام سے پڑھتے ہین۔ چند ہی روز کا ذکر ہے۔ ایک صاحب میرے ایک دوست کی غزلون کے مسودے چرا کے لے گئے۔ حیدرآباد دکن مین سناتے پھرے۔ بڑے بڑے لوگون سے داد لی مگر سمجھنے والے سمجھ ہی گئے۔ لکھنؤ مین خطوط آئے۔ اصل مصنف سے تذکرہ ہوا۔ وہ ہنس کے چپ ہو رہے۔ اکثر صاحبون نے لکھنؤ کو ایسا بدنام کیا ہے۔ کہ اب لفظ لکھنؤ اپنے نام یا تخلص کے ساتھ لکھتے ہوے شرم آتی ہے۔ ایسے ایسے بزرگ لکھنوی لکھتے ہین۔ جنکی ہفتاد پشت دیہات مین گذر گئی۔ خود لکھنؤ مین چند روز طالبعلمی یا کسی اور سلسلے سے آکے رہے۔ بس چلیے۔ اچھے خاصے لکھنوی بن گئے۔ اگرچہ یہ کچھ ایسی فخر کی بات نہین۔ مگر جھوٹ سے کیا فائدہ۔

امراؤ۔ جی ہان۔ اکثر صاحب اسی طرح لکھنؤ فروشی کرکے اپنا بھلا کرتے ہین۔ کانپور مین کل بھی ٹھیک یہی حال تھا۔ اوس زمانے مین ریل تو تھی نہین۔ اور نہ لکھنؤ سے کوئی باہر جاتا تھا۔ بلکہ ہر شہر کے کاملین تلاشِ معیشت مین یہین آتے تھے۔ اپنے کمال کی حسب حیثیت داد پاتے تھے۔ دہلی اجڑ کے لکھنؤ آباد ہوا تھا۔

رسوا۔ فی زمانا یہی حال دکن کا ہے۔ لکھنؤ اوجڑ کے دکن آباد ہوا۔ مین تو گیا نہین۔ مگر سنا ہے

کہ محلے کے محلے لکھنؤ والون سے آباد ہین۔

امراؤ۔ جو صاحب لکھنوی ہونے کا دعوی کرتے ہین اون سے کہئیے پہلے اپنی زبان کی جانچ کرین

رسوا۔ کیا خوب بات کہی ہے۔ واقعی روزمرہ تو کسی قدر آ بھی جاتا ہے۔ مگر لہجہ نہین آتا۔

اتفاقاتِ زمانہ سے یہ کچھ دور نہین ہے
یون بھی ہوتا ہے کہ بچھڑے ہوئے مِلجاتے ہین

بچھڑے ہوے مِلجاتے ہین اور پھر کب کے بچھڑے ہوے۔ وہ جنکے ملنے کا سان گمان بھی نہو۔ ایکدن کا واقعہ سُنیے۔ کانپور مین رہتے ہوے کوئی چھ مہینے گذر گئے ہین۔ اب شہرت کی یہ حد پہونچی ہے کہ بازارون اور گلیون مین میری گائی ہوئی غزلین لوگ گاتے پھرتے ہین شام کو میرے کمرے مین بہت اچھا مجمع رہتا ہے۔ گرمیون کے دن ہین۔ کوئی دو بجے کا وقت ہوگا۔ مین اپنے پلنگ پر اکیلی لیٹی ہون۔ ماما باورچی خانے مین خراٹے لے رہی ہے ایک خدمتگار کمرے کے باہر بیٹھا پنکھے کی ڈوری کھینچ رہا ہے۔ خس کی ٹٹیان خشک ہوگئی ہین۔ مین آدمی کو آواز دیا ہی چاہتی تھی کہ پانی چھڑک دے کہ اتنے مین کمرے کے نیچے کسی نے آکے پوچھا۔ لکھنؤ سے جو رنڈی آئی ہے اوسکا یہی کمرہ ہے۔ درگا بنیا (جسکی دوکان کمرے کے نیچے تھی) نے جواب دیا۔ ہان یہی کمرہ ہے۔ پھر دریافت کیا۔ دروازہ کہان ہے۔ اوسنے بتا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک بڑی بی کوئی ستر برس کا سِن۔ گوری سی۔ مُنہ پر جھُریان پڑی ہوئین۔ بال جیسے روئی کا گالا۔ کمر جھکی ہوئی۔ سفید ململ کا دوپٹہ تنزیب کا کرتہ۔ نین سکھ کا پاجامہ بڑے بڑے پائنچون کا پہنے۔ ہاتھون مین چاندی کے موٹے موٹے کڑے۔ اونگلیون مین انگوٹھیان۔ جریب ہاتھ مین۔ ہانپتی کانپتی ہوئی آئین۔ اور سامنے فرش پر بیٹھ گئین۔ ایک کالا سا لڑکا کوئی دس بارہ برس کا اونکے ساتھ تھا۔ وہ کھڑا رہا۔

بڑی بی۔ لکھنؤ سے تمھین آئی ہو؟

مین۔ جی ہان۔ اتنا کہہ کے مین پلنگ سے نیچے اوتر آئی۔ پاندان آگے کِھسکایا۔ آدمی کو حقے کے لیے آواز دی۔

بڑی بی۔ ہماری بیگم نے تمھین یاد کیا ہے۔ لڑکے کی سالگرہ ہے۔ زنانہ جلسہ ہوگا۔ تمھارا